بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

صد حیف کہ آسمانِ علم و عمل اور فلکِ شریعت و طریقت کا ایک اور کوکبِ درخشندہ ٹوٹ گیا یعنی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ المعروف بہ میاں صاحب نے ۸ رجنوری سنہ ۴۵ء کو بمقام راندیر ضلع سورت انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں سے تھے جن کو بے تامل مادرزاد ولی کہا جاسکتا ہے علوم ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی، آپ کا شمار حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں تھا۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مختلف مقامات میں بسلسلۂ تعلیم و تدریس مقیم رہے۔ ان مقامات میں جونپور کو اس لحاظ سے خاص امتیاز حاصل ہے کہ حضرت مرحوم کا قیام وہاں قدرے ممتد رہا اور وہاں کے مسلمانوں نے آپ کے وجود سے بہت کچھ فیضِ ظاہری و باطنی حاصل کیا۔

اب سالہا سال سے دارالعلوم دیوبند میں حدیث کے استاذ اعلیٰ تھے۔ تفسیر کی بھی بعض اونچی کتابیں (تفسیر ابن کثیر وغیرہ) آپ کے درس میں رہتی تھیں، حدیث کی مشکل ترین کتاب سننِ ابوداؤد ہمیشہ آپ ہی کے یہاں رہتی تھی اور حق یہ ہے اس اہم کتاب کی عقدہ کشائی آپ جس فنی حذاقت سے فرمایا کرتے تھے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ حدیث کے علاوہ فقہ میں خصوصاً اور دوسرے علوم دینیہ والٰہیہ میں استعداد پختہ اور نظر وسیع رکھتے تھے۔ درس میں بولتے کم تھے مگر جو بات فرماتے تھے نہایت جچی تلی اور ٹھوس ہوتی تھی۔ حضرت الاستاذ علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ اپنے حلقۂ درس میں آپ کی ذہانت و فطانت کی داد دیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے "میاں صاحب "فقیہ النفس" ہیں"۔ علاوہ بریں آپ اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا شگفتہ اور

سلجھا ہوا مذاق بھی رکھتے تھے۔ القاسم اور الرشید کے دورِ قدیم میں معنوں میں علمی و دینی مباحث پر مضامین لکھتے تھے، ان کے علاوہ چھوٹی بڑی متعدد کتابیں اور مستقل رسالے بھی تصنیف کئے ہیں جو چھپ کر ملک میں شائع اور مقبول ہو چکے ہیں۔

لیکن ان سب چیزوں کو حضرتِ مرحوم کے اوصاف و کمالات میں دوسرے نمبر پر رکھنا چاہئے، آپ کا اصل جوہرِ کمال اور حقیقی طغرائے امتیاز وہ عالمِ جذب و سلوک اور کیفیتِ استغراق و محویت ہے جو ہر آن اور ہر لمحہ آپ پر طاری رہتی تھی، آپ کی ہر ہر ادا اور ایک ایک حرکت و سکون، اس بات کی صاف شہادت دیتے تھے کہ روئے خطاب و سخن اہلِ دنیا کی طرف ہے لیکن جہاں تک دل اور روح کا تعلق ہے وہ جمالِ احدیت کی بارگاہ میں سجدۂ عبودیت بجالانے سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل و متساہل نہیں ہے، بات بات میں سرچشمۂ طریقت و معرفت ابلتا ہوا نظر آتا تھا۔ آنکھیں ہر دم نورِ حقیقت کی فیض گستریٔ پیہم سے مخمور و سرشار اور چہرہ ہر گھڑی جمالِ ربوبیت کی جلوہ پاشیوں سے بشاش و شاداب نظر آتا تھا جو ایک مرتبہ حضرتِ مرحوم کو دیکھ لیتا بے ساختہ خدا کو یاد کر بیٹھتا تھا۔ حضرتِ مرحوم کا ذکر و فکر، خیال و تصور جو کچھ تھا اس کا مرکز و محور ایک اور صرف ایک تھا۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پھر جتنے بڑے عالم، صاحبِ باطن اور ولیِ کامل تھے فیض بھی اسی کے مطابق تھا، ان کا آستانہ مرجعِ انام تھا۔ خاص و عام طرح طرح کی حاجتیں اور مرادیں لیکے آتے تھے اور جھولیاں بھر بھر کے جاتے تھے۔ امیر و غریب شاہ و گدا نیک و بد، سب حضرت کی نظر میں یکساں مرتبہ و مقام رکھتے تھے۔ درِ فیض و عطا وا تھا تو سب کے لئے۔ اور اگر مخصوص اوقات میں وہ بند ہوتا تو سب کے لئے ہوتا۔ تمام ہندوستان اور ہندوستان سے باہر افریقہ، برما اور جزائر شرق الہند وغیرہ میں بھی کثرت سے معتقدین و مریدین تھے۔

ہم لوگوں سے انتہائی ذاتی تعلق رکھنے کے علاوہ ندوۃ المصنفین اور برہان سے بڑی دلچسپی لیتے تھے رسالے کا ایک ایک مضمون پڑھتے تھے۔ علی الخصوص برادر عزیز مولانا سعید احمد کی تحریروں اور ان کے اندازِ نگارش کے بڑے مداح اور قدردان تھے۔ برہان کا چندہ جب ارسال فرماتے تو ساتھ ہی یہی لکھتے کہ "یہ برہان کا چندہ نہیں ہے بلکہ عزیزی مولوی سعید احمد سلمہ کے مضامین کی رونمائی ہے"۔